بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیقی فتویٰ

خبر مستفیض سے متعلق

از قلم: مفتی اعظم جھارکھنڈ، فقیہ عصر، قاضی شرع راج محل،

حضرت علامہ

مفتی رضاء الحق مصباحی صاحب

قبلہ مدظلہ العالی (راج محلی)





تخریج و پروف ریڈنگ: شبیر احمد راج محلی

ناشر: تنظیم علمائے اہل سنت راج محل "رجسٹرڈ"

خبر مستفیض سے متعلق تحقیقی فتویٰ

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ: جوعلماومفتیان کرام معتبر افراد اور معتمد ذرائع سے ملنے والی فونک خبروں کوخبر مستفیض قرار دیتے ہیں اور اس کی بنیاد پر چاند کااعلان کرتے ہیں، ان کی تحقیق اور موقف درست ہے کہ نہیں اور عوام اہل سنت کوان کی تحقیقات پر عمل کرنا کیسا ہے؟ جن علاقوں میں لوگوں نے مذکورہ علما کی تحقیق کے مطابق عمل کیا، وہاں شرعی طور پر چاند کا ثبوت مانا جائے گا کہ نہیں؟ امید ہے کہ شافی جواب سے نوازیں گے۔

المستفتی: محمد آفتاب، رام نگر نینی تال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الجواب بعون اللہ الوھاب:

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ بہت سے فقہی مسائل ایسے ہیں جو اختلافِ زمان کے سبب بدل گئے ہیں، اہل علم کے سامنے اس کی بہت سی مثالیں ہیں، اس تحریر میں اس کا اعادہ ضروری نہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے بھی ”فتاوی رضویہ“ میں اس کی کئی مثالیں ذکر کی ہیں۔نئی ایجادات سے متعلق شرعی احکام میں اختلاف کوئی امر ممنوع نہیں بلکہ یہ واقعی اور فطری ہے، اور اس میں امت کے لئے آسانی بھی ہے۔فقہی اختلاف رحمت ہے، اسے باعث انتشار بنادینا زحمت ہے۔جدید فقہی مسائل میں بحث وتحقیق کا مقصد حق وصواب تک پہنچنا اور امت کے لئے عمل کی راہ متعین کرنا ہو تو یہ عمل باعث اجر وثواب ہے، اس فکری تگ ودو میں نیک نیتی شامل ہو تو ہر محقق عالم علمی وقار کے ساتھ اخلاقی اقدار کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے بولتا اور لکھتا ہے، اور اختلاف رائے کی بنا پر دوسرے محقق عالم دین کی تحقیر وتذلیل وتضحیک سے مکمل گریز کرتا ہے۔

اگر بات میں وزن نہ ہو، متکلم خود اپنی بات سے اندر سے مطمئن نہ ہو، دلائل سطحی وغیر معقولی ہوں اور خود کو صحیح باور کرانے کی ضد ہو یا اپنے مقابل کو زیر ثابت کرنا ہو تو اس کا انداز عامیانہ بلکہ کبھی کبھی جارحانہ ہو جاتا ہے۔

آج سے تقریباً تیس سال پہلے ٹی وی ویڈیو کا مسئلہ علما کے درمیان اختلافی موضوع بن کر سامنے آیا۔شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی سید مدنی میاں اشرفی الجیلانی صاحب قبلہ دام ظلہ جانشین محدث اعظم ہند کچھوچھوی رضی اللہ عنہ نے اپنی فقہی بصیرت کو بروے کار لاتے ہوئے زمانہ واہل زمانہ کے احوال کو سامنے رکھ کر اس کے مشروط جواز کا فتوی دیا، اُس وقت ان کی یہ نئی تحقیق ہندوپاک کے معتمد علماے محققین کو بہت پسند آئی اور انھوں نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین کو بہت سراہا لیکن کچھ علما نے اس تحقیق سے اختلاف کیا، کچھ نے اختلاف کو اس کے دائرے میں محدود رکھا اور کچھ نے تشدد کی ساری حدوں کو توڑتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین کو لعن طعن کا نشانہ بنایا، ان کی تذلیل وتفسیق میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حتیٰ کہ ان پر شریعت مطہرہ کے بالمقابل نئی شریعت کی داغ بیل ڈالنے کا الزام تک رکھ دیا۔

اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سنت وجماعت میں انتشار کا ماحول پیدا ہو گیا، آپس میں دوریاں پیدا ہوئیں، بدگمانیاں پروان چڑھنے لگیں، محبتیں نفرتوں میں تبدیل ہوگئیں اور وہ سب کچھ ہوا جو دو دشمنوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔لیکن آہستہ آہستہ اختلاف کے شعلے سرد ہوئے، سوچنے سمجھنے کے دروازے کھلنے لگے، حالات کے تقاضوں سے آگاہی ہونے لگی، فکر ونظر سے پردے ہٹے اور یہ سمجھ میں آنے لگا کہ جائز چیزوں کے لئے ٹی وی ویڈیو کا استعمال جائز ہے، یعنی حضرت شیخ الاسلام والمسلمین علامہ مفتی مدنی میاں اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی والنورانی نے جو فتویٰ دیا تھا وہ صحیح ہے، چناں چہ آج تقریباً وہ سارے علما بھی ویڈیو گرافی کی عملاً تائید کر رہے ہیں جو اس کے ناجائز

کہنے میں سرفہرست نظر آتے تھے۔

پھر آج سے تقریباً دس بارہ سال پہلے ایک نیا مسئلہ سامنے آیا کہ جدید ذرائع ابلاغ مثلاً موبائل، انٹرنیٹ، ویڈیو کال وغیرہ کے ذریعہ خبر استفاضہ کا ثبوت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

اس مسئلے میں بھی ہمارے علمائے محققین کے درمیان اختلاف ہوا، عدم ثبوت کے قائلین میں بھی کچھ اکابر علما ہیں اور ثبوت کے قائلین میں بھی اکابر علما کی ایک جماعت ہے ان میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین علامہ مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی، حضرت علامہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی والنورانی، حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی مدظلہ العالی والنورانی کے نام سرفہرست ہیں۔

اس اختلاف کے ساتھ بھی وہی ہوا جو مسئلہ ٹی وی ویڈیو کے ساتھ ہوا تھا، عام علما اور اکثر عوام اہل سنت و جماعت تو ثانی الذکر علما کے فتوے پر اعتماد کر کے رمضان و عید کرتے ہیں، لیکن ابھی عدم ثبوت کے قائلین اور ان کے متبعین اس پہ عمل پیرا نہیں ہیں، ان میں کچھ تو متشدد ہیں جو اپنے مخالف موقف علما کی تغلیط ہی نہیں ان کی تضحیک و تجہیل سے بھی گریز نہیں کرتے، ان سے فکری سنجیدگی کی امید فضول ہے۔ البتہ! سنجیدگی سے سوچنے سمجھنے والوں سے امید ہے کہ وہ بھی تغیر زمان کے تقاضوں سے باخبر ہو کر ثانی الذکر علما کی رائے سے اتفاق کر لیں گے، اگرچہ عملاً اور دیر سے سہی۔۔

خبر استفاضہ کا تحقق اور فقہائے متقدمین:

فقہائے کرام نے چاند کے ثبوت کے لئے جو طریقے بیان کئے ہیں ان میں ایک طریقہ خبر استفاضہ بھی ہے۔ یعنی کسی شہر میں چاند کی رویت ہو جائے اور اس شہر سے دوسرے شہر میں اتنی کثیر تعداد میں لوگ چاند کی رویت کی خبریں دیں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق عادتاً محال ہو تو دوسرے شہر کے لوگوں کے لئے بھی چاند کا ثبوت مانا جائے گا۔ خبر استفاضہ بھی ایک خاص خبر ہی ہے شہادت نہیں، لہٰذا اس کے تحقق کے لئے مخبرین کا سامنے ہونا ضروری نہیں، چاند کے ثبوت میں وہی خبر مشہور حجت ہے جو محض مشہور نہ ہو بلکہ وہ اتنے زیادہ مخبرین کے ذریعہ مشہور ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہو۔ وہ خبر متواتر کی طرح مفید یقین یا مفید ظن غالب ملتحق بالیقین ہو، وہ محض مشہور نہ ہو جیسا کہ افواہ میں ہوتا ہے کہ کبھی خبر دینے والا ایک ہوتا ہے اور وہ مشہور ہو جاتی ہے، ایسی خبر کے سچ ہونے میں شک ہوتا ہے، اس کے سچ ہونے کا یقین یا ظن غالب ملتحق بالیقین حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لئے وہ چاند کے ثبوت میں حجت نہیں ہے۔ کچھ لوگ خبر مجرد (خبر محض) اور خبر استفاضہ کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں اور وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ چاند کے ثبوت کے لئے شہادت کا ہونا ضروری ہے، خبر سے چاند کا ثبوت نہیں ہوگا، اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے گاؤں محلے میں، ہمارے شہر میں بلکہ قرب و جوار کے کسی شہر سے چاند دیکھنے کی شہادت ہمیں نہیں ملی تو ہم رمضان کا روزہ کیوں رکھیں یا عید کیوں منائیں؟ یہ بات دراصل علم کی کمی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ عوام کے کان چاند کے ثبوت کے معاملے میں صرف طریق شہادت سے آشنا ہیں، انھیں ثبوت ہلال کے دیگر طریقوں کا علم نہیں ہے۔

فقہ مقصد شرع کے ادراک کا نام ہے:

یہاں بطور تمہید یہ بات بھی ذہن نشین کرا دینا ضروری ہے کہ کثیر فقہی جزئیات کو حفظ کر لینے اور تغیر زمان، عرف و تعامل وغیرہ (جن کے سبب فقہی احکام میں تبدیلی ہو جاتی ہے) سے صرف نظر کر کے صرف قدیم فقہی جزئیات پہ اڑے رہنے کا نام تفقہ نہیں ہے، فقہ کوئی جامد

شے نہیں، یہ ترقی پذیر علم ہے جو ہر زمانے کے احوال سے ہم آہنگ ہو کر اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

فقیہ فقید المثال امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے، اسی درمختار میں ہے: من لم یکن عالما اهل زمانه فهو جاهل۔ جو اپنے زمانے والوں کے احوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۶۳ مسئلہ نمبر ۸۵و۸۶، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات ہند)

چاند کے ثبوت کے لئے ہر شخص کا چاند دیکھنا شرط نہیں:

شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے:

إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ۔

(بخاری شریف، کتاب الصوم، حدیث نمبر ۱۹۰۰)

جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند دیکھو تو عید الفطر کرو، اگر چاند نہ دکھے تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ الإسلام محمد بن علی بن وہب تقی الدین ابن دقیق العید (625/702ھ) نے یہ لکھا ہے:

وَلَا يُرَادُ بِذَلِكَ: رُؤْيَةُ كُلِّ فَرْدٍ، بَلْ مُطْلَقُ الرُّؤْيَةِ۔

(احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، ج۲ص۸، کتاب الصیام، حدیث إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، الناشر مطبعة السنة المحمدية)

چاند کے ثبوت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر فرد چاند دیکھے، مطلق چاند کا دیکھنا کافی ہے۔

شارع علیہ السلام کے مطابق رمضان یا عید کے ثبوت کے لئے چاند کی رویت کا یقین ہونا شرط ہے، تاکہ یقین کے ساتھ رمضان کا روزہ ماہ رمضان شروع ہونے پر ہو اور عید ماہ رمضان کے ختم ہونے پر ہو، یہ یقین حاصل کیسے ہوگا اس بارے میں احادیث وآثار کی روشنی میں فقہائے اسلام نے مقصد شرع کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ طریقے ذکر کئے جنھیں کتب فقہ میں ثبوت ہلال کے باب میں ''طرق موجبہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام اہل سنت اعلی حضرت قدس سرہ نے'' فتاوی رضویہ'' میں یہ تحریر فرمایا ہے:

''رویت ہلال کے ثبوت کے لئے شرع میں سات طریقے ہیں: طریق اول، شہادتِ رویت۔ طریق دوم، شہادۃ علی الشہادۃ۔ طریق سوم، شہادۃ علی القضاء۔ طریق چہارم، کتاب القاضی الی القاضی۔ طریق پنجم، استفاضہ خبر۔ طریق ششم، اکمال عدت۔ طریق ہفتم، اعلان قاضی (مثلا توپوں کی آوازیں)۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۰، ص۴۰۶ تا ۴۲۰، مسئلہ نمبر ۲۰۳، مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات ہند)

استفاضۂ خبر کیا ہے؟

استفاضہ کے لغوی معنی ہیں پھیلنا، تو استفاضۂ خبر کے کے لغوی معنی ہوئے خبر کا پھیلنا، مشہور ہونا۔ خبر استفاضہ کے معنی سے متعلق فقہاء کرام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے اس کا نچوڑ پیش فرمادیا ہے کہ خبر مشہور جب ثابت ومحقق ہو جائے تو وہ خبر مستفیض ہے جو یقینی ہونے میں خبر متواتر کی منزل میں ہے، محض مشہور خبر جسے افواہ کہا جاتا ہے وہ خبر مستفیض نہیں اس سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں گا۔ تحریر فرماتے ہیں:

"استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضیِ اسلام ہو کہ احکامِ ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم ان احکام میں علم پر عامل وقائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے یا جہاں قاضیِ شرع نہیں تو مفتیِ اسلام مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو کہ احکامِ روزہ وعیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں، عوام کالانعام بطور خود عید ورمضان نہیں ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہُوا یا عید کی گئی، مجرد بازاری افواہ وخبر اُڑگئی اور قائل کا پتا نہیں، پُوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سُنا ہے یا لوگ کہتے ہیں، یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا، انتہا درجہ، منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ اُنہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی، ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہُوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وُہ خبر دیں، یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت، نہ کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت صوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وُہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہُوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجتِ شرعیہ ہے ثابت ہو جائیگی اور یہیں سے واضح ہُوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضیِ شرع نہ مفتیِ اسلام، یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکامِ شرع کی تمیز نہیں، جیسے آج کل کے بہت مدعیان خامکار، خصوصًا وہابیہ، خصوصًا غیر مقلدین وغیرہم فجّار، یا بعض سلیم الطبع سنّی ناقص العلم ناتجربہ کار، یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خودسر، اس کے منتظر احکام نہیں، پیش خویش اپنے قیاساتِ فاسدہ پر جب چاہیں عید ورمضان قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابل قبول نہیں کہ اس سے کسی حجتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہُوا، درمختار میں ہے: شهدوا انه شهد عند قاضی مصر كذا شاهدان برؤيته الهلال وقضى به، قضى القاضی بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وشهدوا به، لا لو شهدوا برؤية غيرهم لانه حكاية نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم على الصحيح من المذهب مجتبى وغيره۔ (ملخصًا) دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی فلاں دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ صادر فرمادیا ہے تو ان کی گواہی کی بنا پر یہ قاضی بھی فیصلہ دے سکتا ہے کیونکہ قاضی کی قضا حجت ہے اور اس پر وہ گواہ موجود ہیں البتہ اس صورت میں قاضی فیصلہ نہیں دے سکتا جب وُہ صرف غیر رویت پر گواہی دیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے، ہاں اگر خبر دوسرے شہر میں مشہور ہو جاتی ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق ان پر روزہ لازم ہو جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے: هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعی عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعی فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور الخ۔ یہ شہرت نہ تو قضاءِ قاضی پر شہادت ہے اور نہ ہی کسی اور شہادت پر، لیکن یہ خبر متواتر کے درجہ پر فائز ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے اس دن روزہ رکھا تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ ہر شہر عادۃً حاکمِ شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو اب ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے حکم کی بنا پر ہی ہوگا گویا وہ شہرت حکمِ قاضی کا منقول ہونا ہے۔ الخ۔ اُسی میں ہے: قال الرحمتی معنى الاستفاضة ان تأتی من تلك بلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها كما ورد. ان فی اٰخر الزمان يجلس

الشیطان بین الجماعۃ ویتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بہا ویقولون لاندری من قالہا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع۔ امام رحمتی نے فرمایا: شہرت کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وُہ تمام یہ اطلاع دیں کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کا پھیلانے والا معلوم نہ، جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی خبریں شہر میں پھیل جاتی ہیں اور ان کا پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آ کر بیٹھے گا اور بات کرے گا، لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے یہ بات کس نے کہی، تو ایسی باتیں تو سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے حکم ثابت کیا جائے اھ قلت: یہ کلام بہت اچھا ہے اور اسی کی طرف قولِ ذخیرہ کا اشارہ ہے کہ جب خبر مشہور اور ثابت ہو، کیونکہ ثبوت محض افواہ کی بنا پر نہیں ہوتا۔ تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلالِ رمضان میں ہے: لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا لان المراد بہا بلدۃ فیہا حاکم شرعی الخ۔ جب چاند نظر آنے کی خبر، خبر متواتر کی طرح مشہور ہو، اور اس سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند نظر آنے پر روزہ رکھا ہے تو ایسی خبر پر عمل لازم ہوگا کیونکہ اس سے وہ شہر مراد ہوگا جس میں حاکم شرعی ہوگا الخ۔ دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وُہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید بربنائے حکم حاکمِ شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہو۔ اور ایک صُورت (استفاضہ کی) یہ بھی متصوّر کہ دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہر اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجتِ شرعیہ ہے۔ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جب جماعت تواتر، جماعت تواتر سے اُن کی رؤیت کی ناقل ہے تو رؤیت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رَد کر دی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے: ان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد علی ذلک بتواتر الاخبار۔ اگر وہ تمام غیر ثقہ ہوں تب بھی تواتر خبر کی بنا پر اعتماد کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے: شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ۔ (نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے۔) ردالمحتار میں ہے: فی النوادر الثانی شھدا علیہ بقول او فعل، یلزم علیہ بذلک اجرۃ او بیع او کتابۃ او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان او زمان او صفات فبرھن المشھود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لاتقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونہ فی ذلک المکان والزمان لاتسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ۔ نوادر میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو گواہوں نے کسی کے خلاف اس کے قول یا فعل پر گواہی دی، اور اس گواہی سے اس پر اجارہ، بیع، عقد کتابت، طلاق، عتاق، قتل اور قصاص لازم ہو، اور یہ گواہی کسی مکان، زمان یا صفات سے متعلق ہو اور اگر مشھود علیہ گواہ قائم کر کے ثابت کرے کہ اس دن وہ وہاں موجود نہ تھا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی، لیکن محیط میں مسئلہ ۵۱ کے تحت کہا کہ اگر لوگوں سے متواتراً ثابت ہو اور ہر کوئی جانتا ہو کہ یہ شخص اس وقت تک اس جگہ موجود نہ تھا تو اب دعوٰی قابل سماعت نہ ہوگا اور اسے بری الذمہ قرار دیا جائے گا ورنہ ثابت بالبداہت کی تکذیب لازم

آگے عقود الدریہ میں فتاویٰ صغیری سے ہے: البینۃ اذا قامت علی خلاف المشھور المتواتر لا تقبل وھو ان یشتھر ویسمع من قوم کثیر لا یتصور اجتماعھم علی الکذب۔ جب مشہور متواتر کے خلاف گواہ قائم ہوں تو انکی گواہی مقبول نہیں، مشہور متواتر وہ خبر ہے کہ اتنی کثیر جماعتوں سے مشہور و مسموع ہو جن کا جھوٹا ہونا متصور نہ ہوسکتا ہو۔ کلامِ علماء مثلاً قول مذکور درمختار کے: لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری (اگر دوسرے شہر میں خبر مشہور ہو جائے۔) اور قولِ ذخیرہ: قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ اھ وغیر ذٰلک۔ شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہمارے احناف کا صحیح مذہب یہ ہے کہ خبر مشہور متحقق ہو جائے تو اس شہر والوں پر بھی وُہ حکم لازم ہو جاتا ہے، بلا شبہ اس صورت کو بھی شامل، واللہ تعالیٰ اعلم باحکامہ۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ٤١٤ تا ٤١٩، مسئلہ نمبر ۲۰۳، مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پوربندر گجرات ہند)

خبر مستفیض ومتواتر مترادف نہیں:

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

وَفِي كُتُبِ الْأُصُولِ الْمَشْهُورَةِ: وَيُقَالُ لَهُ الْمُسْتَفِيضُ الَّذِي تَزِيدُ نَقَلَتُهُ عَلَى ثَلَاثَةٍ. وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ: الْمَشْهُورُ مَا لَهُ طُرُقٌ مَحْصُورَةٌ بِأَكْثَرَ مِنَ اثْنَيْنِ، وَلَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ.

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ج ۲ ص ۶۲۱ النوع الثلاثون المشھور)

یعنی: مشہور کتب اصول حدیث کے مطابق خبر مشہور خبر مستفیض کی مرادف ہے، جس کے راوی تین سے زائد ہیں، شیخ الاسلام نے فرمایا ہے: مشہور وہ ہے جس کے راویوں کی تعداد محدود ہے، دو سے زائد ہے لیکن حد تواتر کو نہیں پہنچی ہے۔

بعض محدثین نے مستفیض کو متواتر کا مرادف مانا ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، جیسا کہ امام سخاوی نے اس بات کو صیغۂ تمریض کے ساتھ لکھا ہے: وقیل إنه والمتواتر سواء۔

(التوضیح الأبھر لتذکرۃ ابن الملقن فی علم الأثر۔ ج ۱ ص ۵۰)

خبر مستفیض ومتواتر عند الفقہاء:

خبر مستفیض کا معنی علامہ ابوالبرکات مصطفیٰ بن محمد بن رحمۃ اللہ انصاری رحمتی نے یہ بیان فرمایا ہے:

مَعْنَى الِاسْتِفَاضَةِ أَنْ تَأْتِيَ مِنْ تِلْكَ الْبَلْدَةِ جَمَاعَاتٌ مُتَعَدِّدُونَ كُلٌّ مِنْهُمْ يُخْبِرُ عَنْ أَهْلِ تِلْكَ الْبَلْدَةِ أَنَّهُمْ صَامُوا عَنْ رُؤْيَةٍ لَا مُجَرَّدِ الشُّيُوعِ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَنْ أَشَاعَهُ كَمَا قَدْ تَشِيعُ أَخْبَارٌ يَتَحَدَّثُ سَائِرُ أَهْلِ الْبَلْدَةِ وَلَا يُعْلَمُ مَنْ أَشَاعَهَا۔

(الدر المختار والرد المحتار ج ۲ ص ۳۹۰ سبب صوم رمضان)۔

یعنی: استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ رویت والے شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک یہ خبر دے کہ اُس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، استفاضہ کا معنی صرف خبر کا مشہور ہونا نہیں کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے خبر پھیلائی، جیسا کہ کبھی خبریں پھیل جاتی ہیں، شہر والے

ان کا چرچا کرتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان خبروں کو عام کرنے والا کون ہے۔

خبر مستفیض کو فقہا نے خبر متواتر کی منزل میں قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ لزوم علم و عمل کے معاملے میں خبر مستفیض متواتر کی منزل میں ہے، یعنی دونوں سے علم یقین حاصل ہوتا ہے اور دونوں پر عمل کرنا لازم ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مستفیض سے علم اکتسابی حاصل ہوتا ہے اور متواتر سے علم ضروری بدیہی، نیز مستفیض میں راویوں کی تعداد حد تواتر کو نہیں پہنچتی ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مستفیض متواتر کی مرادف ہے، کیوں کہ مترادفان میں معناً تغایر نہیں ہوتا۔ البتہ بعض فقہا نے خبر مشہور کو مستفیض کی مرادف مانا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

والثاني -وهُو أَوَّلُ أقسامِ الآحادِ-: ما لَهُ طرقٌ محصورةٌ بأكثرَ مِن اثْنَيْنِ، وهُو المَشْهورُ عندَ المُحَدِّثين سُمِّيَ بذلك لوُضوحِهِ، وهُوَ المُستفيضُ عَلى رأيِ جماعةٍ مِن أئمةِ الفقهاء،

سُمِّيَ بذلك لانتشاره، مِن: فاضَ الماءُ يَفِيضُ فيضاً، ومِنْهُم مَنْ غَايَرَ بينَ المُسْتَفيضِ والمَشْهورِ، بأَنَّ المُسْتَفيضَ يكونُ في ابتدائه وانْتِهائِهِ سَواءً، والمَشْهورَ أعمُّ مِنْ ذلكَ۔

(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ص ۴۹ باب الفرق بين المشهور والمستفيض۔)

ترجمہ: دوسری قسم — اور یہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے — وہ حدیث ہے جس کے طرق (سندیں) دو سے زیادہ ہوں لیکن محدود ہوں۔ محدثین کے نزدیک اسے "مشہور" کہا جاتا ہے، اور یہ نام اس کے واضح ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ اور بعض فقہاء کے نزدیک اسے "مستفیض" بھی کہا جاتا ہے، اور یہ نام اس کے پھیل جانے (کثرت سے روایت ہونے) کی وجہ سے رکھا گیا ہے، جیسے پانی کے بہنے کو کہا جاتا ہے: "فاض الماءُ" (پانی بہہ نکلا)۔ جبکہ بعض علماء نے "مشہور" اور "مستفیض" میں فرق کیا ہے، اس طرح کہ: "مستفیض" وہ ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا (یعنی ہر دور میں) راویوں کی تعداد برابر ہو، اور "مشہور" اس سے عام ہوتا ہے (یعنی اس میں یہ شرط ضروری نہیں ہوتی)۔

علامہ صنعانی لکھتے ہیں:

الأول: أن يرويه ثلاثة فصاعدا ما لم تجتمع شروط التواتر وهذا هو المشهور أو المستفيض۔

(اسبال المطر علی قصب السکر ج ۱ ص ۱۹۹۶)

یعنی آحاد کی پہلی قسم یہ ہے کہ تین یا تین سے زائد اسے روایت کریں لیکن تواتر کی شرطیں اس میں نہ ہوں، اسے مشہور یا مستفیض کہا جاتا ہے۔

یہ ایک زمینی حقیقت ہے کہ بعد تحقیق و تفتیش موبائل سے حاصل شدہ خبر کی صداقت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، موبائل سے حاصل ہونے والی ہر خبر افواہ نہیں ہوتی، اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو وہ مشاہدات کا انکار کرنے والا ہے۔

خبر استفاضہ کے معنی بیان کرنے میں جن فقہائے متقدمین نے یہ قید لگائی ہے کہ رویت ہلال والے شہر سے "متعدد جماعتیں آئیں اور سب چاند کی رویت کی خبر دیں"، تو انھوں نے اپنے دور کے حساب سے یہ ذکر کیا ہے، کیوں کہ ان کے زمانے میں افواہ اور خبر مستفیض کے درمیان امتیاز کرنے کی یہی ایک صورت تھی کہ خبر دینے والے مقام خبر میں آکر خبر دیں تاکہ خبر دینے والے مجہول نہ رہیں اور پتہ چل سکے کہ خبر ثابت و محقق ہے یا محض افواہ، لیکن دور حاضر میں ذرائع ابلاغ کی غیر معمولی ترقی نے کسی خبر کی تحقیق کی راہیں بہت آسان

کردی ہیں، کیا کوئی انصاف پسند مسلمان یہ کہے گا کہ جو اکابر معتمد علما و مفتیان شریعت موبائل کے ذریعہ حاصل کردہ خبر کو بعد تحقیق خبر مستفیض مان کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ سب کے سب خبر محض اور افواہ کو خبر محقق و مستفیض مان کر مسلمانوں کو روزہ رکھواتے اور عید کرواتے ہیں؟ ایسا کہنا یقیناً علمائے دین پر بہت بڑا الزام ہوگا، کوئی خوف خدا رکھنے والا مسلمان اس کی جرأت نہیں کرے گا۔ فقہاء کرام کے مطابق وہی خبر، خبر مستفیض ہوگی جو محقق و ثابت ہو یعنی جماعت تواتر سے جماعت تواتر اس کو نقل کرے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جب جماعت تواتر، جماعت تواتر سے اُن کی رؤیت کی ناقل ہے تو رؤیت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ (مصدر سابق)۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ خبر مستفیض جو درجۂ متواتر میں ہے یہ اس وقت ثابت ہوگی جب کہ رویت والے شہر میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ چاند کی رویت کی خبر دیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہو اور ویسی ہی جماعت یا اس سے بڑی جماعت ان کی خبر کو دوسرے شہر میں نقل کرے، اُدھر بھی جماعت تواتر اور ان سے خبر حاصل کرکے دوسرے شہر میں خبر پہنچانے والی جماعت بھی جماعت تواتر، تو یہاں کذب کا احتمال ناشی عن الدلیل مفقود اور صدق خبر کا یقین موجود۔

فقہ جب مقصد شرع کے جاننے کا نام ہے تو یقیناً جو علماے محققین موبائل سے خبر استفاضہ کے تحقق کے قائل ہیں وہ فقہ آشنا اور زمان واحوال زمان سے باخبر ہیں، انھوں نے فقہاے مذہب کے منصوص مسئلہ استفاضہ کو نہیں بدلا ہے بلکہ تغیر زمان کے لحاظ سے "طریق استفاضہ" میں تبدیلی کی بات کہی ہے، فقہاے متقدمین کے زمانے میں افواہ واستفاضے میں تمیز کرنے کی یہ صورت تھی کہ مخبریں مقام خبر میں آکر خبر دیں، تاکہ مخبریں مجہول نہ رہیں، بلکہ حصول خبر کے لئے مخبرین کا مقام خبر میں آنا ضروری تھا، تاکہ مخبرین ومخبر عنھم کے درمیان اتصال قائم رہے، انقطاع نہ ہو، اور دورِ حاضر میں مخبر اور مخبر عنہ کے درمیان اتصال کے لئے نیز افواہ اور استفاضے میں تمیز کرنے کے لئے مخبرین کا مقام خبر میں آنا ضروری نہیں، بذریعہ موبائل ہی اتصال قائم ہوسکتا ہے افواہ واستفاضہ میں امتیاز پیدا کیا جاسکتا ہے، لہٰذا قدیم فقہاء کرام کے زمانے میں استفاضہ میں مخبرین کے مقام خبر میں آکر خبر دینے سے جو یقین حاصل ہوسکتا تھا وہی یقین دورِ حاضر میں بذریعۂ موبائل مخبرین کے خبر دینے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

رہا یہ شبہہ کہ فون کی خبر تو بہر صورت پس پردہ کی خبر ہے، اور آواز آواز کی مشابہ ہوتی ہے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ ایک ہی آدمی آواز بدل بدل کر خبر دے اور ایک جماعت یا متعدد جماعتیں معلوم ہوں تو اس پہ عرض یہ ہے کہ اول تو یہ احتمال بعید بلکہ ابعد ہے، کیوں کہ کسی شہر سے جب ثبوت ہلال والے شہر سے کوئی ذمہ دار عالم یا مفتی یا قاضی جب خبر حاصل کرنے کی غرض سے فون کرتے ہیں تو اپنے معتمد لوگوں کو ہی فون کرتے ہیں، اور چوں کہ ان کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ آواز آواز کی مشابہ ہوتی ہے، تو مزید اطمینان کے لئے اس شہر کے معتمد علما و مفتیان کرام اور قاضی شرع سے بھی اس خبر کی تصدیق حاصل کرتے ہیں، جب انھیں کم از کم اس خبر کی صداقت کا ظن غالب ملحق بالیقین حاصل ہوجاتا ہے تب ہی اپنے شہر میں چاند کے ثبوت کا اعلان کرتے ہیں، کبھی کبھی ایک درجن سے زائد علما، مفتیان، فضلا و حفاظ سے خبر کی تصدیق ہوجانے کے بعد چاند کا اعلان کرتے ہیں۔

یہاں پر کچھ لوگوں کو یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ بذریعۂ موبائل فرداً فرداً ایک ایک سے خبر لی جاتی ہے، اور ایک ایک آدمی الگ الگ خبر

دیتا ہے، تو ہر ایک میں جھوٹ کا احتمال موجود ہے، کیوں کہ آواز مشابہ آواز ہے تو سب کے مجموعہ سے جھوٹ کا احتمال کیوں کر ختم ہوگا، کیوں کہ احتمال کذب احتمال کذب سے مل کر یقین نہیں ہوسکتا، اور یہ بہر حال خبر واحد ہی ہوگی نہ کہ خبر متواتر تو پھر استفاضہ کیسے ہوگا؟ اس شبہہ کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ''احتمال احتمال سے مل کر یا شک شک سے مل کر احتمال یا شک ہی رہتا ہے، بلکہ بڑا احتمال یا بڑا شک بن جاتا ہے'' یہ کہنا بہت بڑا مغالطہ ہے، اگر اس مفروضے کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ ضعیف ضعیف مل کر ہمیشہ ضعیف رہے بلکہ بڑا ضعیف بن جائے، حالاں کہ ایسا نہیں، کیوں کہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ کوئی خبر ضعیف متعدد ضعیف طرق سے کبھی اتنی قوی ہوجاتی ہے کہ درجۂ حسن پہ بلکہ صحیح کے رتبے میں پہنچ کر احکام میں بھی معتبر ہوجاتی ہے، اور یہ کہنا کہ یہ سب خبریں خبر واحد ہی ہوں گی نہ کہ متواتر تو اس پہ یہ عرض ہے کہ جب یہ مان لیا گیا کہ خبر مستفیض وہی ہے جس میں مخبرین کی تعداد کثیر ہو تو یہ خبر واحد (ایک شخص کی خبر) کیوں کر ہوگی، ہاں مخبر عنہ کے لحاظ سے اسے خبر واحد کہنا صحیح ہے، وہ مخبر عنہ ہے ''رویت ہلال''۔ اگر یہ کہا جائے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے یہ لکھا ہے کہ ''متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں''۔ لیکن جب موبائل سے خبر دی جائے گی تو متعدد جماعتیں یک زبان کیسے خبر دیں گی، یہ خبر تو فرداً فرداً ہی ہوگی؟ اس پہ عرض یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ متعدد جماعتیں ایک ساتھ خبر دیں یعنی ایک ساتھ زبانیں کھولیں، یک زبان خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ سب کی خبر ایک جیسی ہو، ایک کی خبر دوسرے کی خبر سے مختلف نہ ہو، اگر متعدد جماعتیں'' آ کر خبر'' دیں گی تو بھی تو ایک ایک کر کے ہی سب خبر دیں گے، سب ایک ساتھ مل کر شور تو نہیں مچائیں گے۔ یک زبان خبر دینے کا یہ واضح مفہوم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی اِس عبارت سے بھی مزید واضح ہو رہا ہے:

''اور ایک صُورت یہ بھی متصوّر کہ دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا''

یہاں پر ''سب بالاتفاق بیان کریں'' کا یہ مطلب تو نہیں کہ سب ایک ساتھ مل کر شور کریں، تو یک زبان خبر دینے کا یہ مطلب کیوں کر ممکن ہوگا کہ سب ایک ساتھ خبر دیں؟

خبر مستفیض کی اصل حقیقت:

خبر مستفیض کی اصل حقیقت خبر کی ایسی شہرت ہے جس سے اس کی صداقت کا علم حاصل ہوجائے، ایسی شہرت نہیں جو افواہ ہو، اسی وجہ سے بعض فقہا نے فقط یہ لکھا ہے کہ رویت ہلال کی خبر ''جب مشہور و محقق ہوجائے'' تو اس سے دوسرے شہر میں بھی ثبوت ہلال ہوگا۔ جیسا کہ امام حلوانی کا یہ قول ہے:

الصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِ أَصْحَابِنَا أَنَّ الْخَبَرَ إِذَا اسْتَفَاضَ فِي بَلْدَةٍ أُخْرَى، وَتَحَقَّقَ يَلْزَمُهُمْ حُكْمُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ اھ.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۳۹۰، کتاب الصوم باب سبب صوم رمضان، الناشر دارالفکر بیروت لبنان)۔

ہمارے اصحاب کا مذہب صحیح یہ ہے کہ خبر جب (ایک شہر سے) دوسرے شہر میں مشہور ہوجائے اور ثابت ہوجائے تو دوسرے شہر والوں پر اس شہر والوں کا حکم (صوم وافطار) لازم ہوگا۔

علامہ رحمتی کا جو قول ہے:

"لَا مُجَرَّدِ الشُّيُوعِ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَنْ أَشَاعَهُ كَمَا قَدْ تَشِيعُ أَخْبَارٌ يَتَحَدَّثُ سَائِرُ أَهْلِ الْبَلْدَةِ وَلَا يُعْلَمُ مَنْ أَشَاعَهَا"

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۳۹۰، کتاب الصوم باب سبب صوم رمضان، الناشر دارالفکر بیروت لبنان)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خبر مستفیض سے اصل مقصود بہ سبب شہرت خبر کے تحقق وثبوت کا حصول ہے نہ محض شہرت، نہ دوسرے شہر میں مخبرین کی آمد وحضور۔ علامہ حمتی نے لامجرد الشیوع کہہ کر اس بات پہ نہایت بلیغ انداز میں تنبیہ کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادائے خبر کی مجلس میں مخبرین کی محض حاضری وخبر رسانی سے بھی استفاضہ نہیں ہوگا، جب تک کہ مخبرین کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس خبر کی صداقت کا یقین حاصل ہو۔

علامہ شامی نے صاحب ذخیرہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

إِذَا اسْتَفَاضَ وَتَحَقَّقَ فَإِنَّ التَّحَقُّقَ لَا يُوجَدُ بِمُجَرَّدِ الشُّيُوعِ۔

یعنی: خبر جب مشہور اور ثابت ہو جائے، کیوں کہ خبر کا تحقق وثبوت محض شہرت سے نہ ہوگا (کہ خبر دینے والے کا علم نہ ہو، بس اڑتی خبر ہو جسے افواہ کہا جاتا ہے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۳۹۰، کتاب الصوم باب سبب صوم رمضان، الناشر دارالفکر بیروت لبنان)۔

درمختار میں مجتبی کے حوالے سے ہے:

لَوِ اسْتَفَاضَ الْخَبَرُ فِي الْبَلْدَةِ الْأُخْرَى لَزِمَهُمْ عَلَى الصَّحِيحِ مِنَ الْمَذْهَبِ مُجْتَبَى۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۳۹۰، کتاب الصوم باب سبب صوم رمضان، الناشر دارالفکر بیروت لبنان)۔

یعنی: اگر دوسرے شہر میں "خبر مشہور ہو جائے" تو مذہب صحیح پہ اس شہر کے لوگوں پہ چاند کا ثبوت لازم ہوگا۔

یہاں پر یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر کسی شہر میں چاند دیکھنے کی خبر اتنے کثیر لوگوں کے ذریعہ عام ہو جائے کہ عادتاً ان کا جھوٹا ہونا محال سمجھا جائے تو رویت والے شہر میں یہ خبر مستفیض بمنزلہ متواتر ہو جائے گی، یہاں رویت عامہ کی خبر متواتر ہونے کے سبب ہلال صوم وعید ثابت ہو جائے گا، تو یہاں خبر مستفیض متحقق ہوگئی حالاں کہ مخبرین کا کسی شہر میں آنا جانا نہیں پایا گیا، اس سے واضح ہوگیا کہ خبر مستفیض کی حقیقت میں مخبرین کا کسی شہر میں جا کر خبر دینا شرط نہیں، بلکہ کثیر مخبرین کے ذریعہ خبر کا مشہور ہونا کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے "العقود الدریہ" کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

وهو ان يشتهر ويسمع من قوم كثير لا يتصور اجتماعهم على الكذب۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ۴۱۸، مسئلہ نمبر ۲۰۳، مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات ہند)

یعنی خبر متواتر یہ ہے کہ وہ مشہور ہو جائے اور اتنی کثیر جماعتوں سے سنی جائے کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق متصور نہ ہو۔

یہاں بھی خبر متواتر کے معنی میں شہرت اور تصدیق خبر کو ہی فوکس کیا گیا ہے، اس کی حقیقت میں مخبرین کی آمد قید لازم ہوتی تو اس کے ذکر کا اہتمام ہوتا۔

علامہ ابن نجیم مصری کے قول سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ استفاضہ میں کثیر مخبرین کی خبر کی ایسی شہرت دوسرے شہر میں ہو کہ اس سے ثبوت کا یقین شرعی حاصل ہو جائے، محض شہرت کافی نہیں، کیوں کہ کبھی کبھار ایک آدمی کی خبر بھی مشہور ہو جاتی ہے، لکھتے ہیں:

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْمُرَادَ بِالِاسْتِفَاضَةِ تَوَاتُرُ الْخَبَرِ مِنَ الْوَارِدِينَ مِنْ بَلْدَةِ الثُّبُوتِ إِلَى الْبَلْدَةِ الَّتِي لَمْ يَثْبُتْ بِهَا لَا مُجَرَّدُ الِاسْتِفَاضَةِ؛ لِأَنَّهَا قَدْ تَكُونُ مَبْنِيَّةً عَلَى إِخْبَارِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَثَلًا فَيَشِيعُ الْخَبَرُ عَنْهُ، وَلَا شَكَّ أَنَّ هَذَا لَا يَكْفِي بِدَلِيلِ قَوْلِهِمْ: إِذَا اسْتَفَاضَ الْخَبَرُ, وَتَحَقَّقَ فَإِنَّ التَّحْقِيقَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِمَا ذَكَرْنَا۔

(منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۱)۔

یعنی: استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ ثبوت ہلال والے شہر سے آنے والوں کی پے در پے خبر آئے اُس شہر میں جہاں چاند کا ثبوت نہیں ہوا ہے، مطلب یہ ہے کہ خبر دینے والے کثیر ہوں اور ان کی خبر مشہور ہو، محض خبر کا مشہور ہو جانا کافی نہیں، کیوں کہ کبھی ایک شخص کی خبر بھی مشہور ہو جاتی ہے جو استفاضہ میں معتبر نہیں، یہی وجہ ہے کہ فقہا نے محض شہرت کو استفاضہ نہیں مانا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ خبر جب مشہور ہو جائے اور ثابت و محقق ہو جائے اور خبر کی تحقیق اسی سے ہو سکتی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

ظاہر ہے علامہ ابن نجیم کے زمانے میں یہ جاننے کے لئے کہ جو خبر شہر میں مشہور ہوئی ہے وہ ایک شخص کی خبر ہے یا کثیر افراد کی، ثبوت والے شہر سے کثیر مخبرین کا دوسرے شہر میں جا کر خبر دینا لازم تھا، اس کے سوا خبرِ جماعت اور خبرِ فرد واحد کے درمیان امتیاز کرنے کی دوسری صورت نہیں تھی لیکن آج کے دور میں بذریعہ موبائل یہ امتیاز کرنا اور تحقیق کرنا ممکن ہے۔ موبائل یا ویڈیو کالنگ کے ذریعہ سے کسی شہر کے معروف و معتمد علما، حفاظ و مفتیان کرام کی متعدد جماعتوں سے چاند کی خبر کی تصدیق حاصل کر لی جائے تو یہ فقہی زبان کے مطابق ''شیوع محض'' (افواہ) نہ ہوگا، اگر اسے افواہ قرار دیا جائے تو پھر افواہ کا یہ ایک نیا اختراعی معنی ہوگا جسے کوئی بھی سلیم العقل تسلیم نہیں کرے گا۔

کتنے مخبرین سے استفاضہ ثابت ہوگا؟

عموما یہ سوالات بھی کئے جاتے ہیں کہ قاضی نے کتنے لوگوں سے چاند کے بارے میں معلوم کیا؟ کتنے مخبرین یا کتنے چاند دیکھنے والوں سے رابطہ کیا اور کتنے افراد کی خبر سے استفاضہ مانا جائے گا؟ تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ استفاضہ کے ثبوت میں فقہا نے مخبرین کی کوئی تعداد متعین نہیں کی ہے، محدثین میں سے بعض نے دو سے زائد بعض نے تین سے زائد مانا ہے، استفاضہ کے لئے مخبرین کی اتنی بڑی تعداد ہونی چاہئے جس سے خبر کی صداقت کا قاضی کو یقین حاصل ہو جائے۔ فقہا کرام نے فقط یہ لکھا ہے کہ خبر دینے والے اتنے زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عادتاً محال سمجھا جائے، یعنی باب قضا میں عادتاً اتنی تعداد کی خبر پہ فیصلہ کر دیا جائے، جیسا کہ فتاوی صغری کے حوالے سے درر الحکام میں ہے:

لَكِنَّ الشُّهْرَةَ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ يَعْنِي النَّسَبَ وَالنِّكَاحَ وَالْقَضَاءَ لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِخَبَرِ جَمَاعَةٍ لَا يُتَوَهَّمُ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ۔۔

(درر الحکام شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۳۷۵ باب نصاب الشہادۃ)۔

یعنی: تین چیزوں نسب، نکاح اور قضا میں شہرت اسی وقت معتبر مانی جائے گی جب کہ ایسی ''جماعت'' خبر دے جن کے بارے میں یہ وہم نہ کیا جا سکے کہ انھوں نے جھوٹ کہا۔

فتاوی صغری کے مطابق قضا میں ایک جماعت کی خبر سے شہرت ثابت ہو جاتی ہے، کیوں کہ یہاں ''بخبر جماعۃ'' میں واحد کا صیغہ

لایا گیا ہے اور علامہ رحمتی نے ''جماعات'' جمع کا لفظ ذکر فرمایا ہے۔ مطلب صاف ہے، یہاں مقصود حصول یقین ہے، اگر خبر دینے والی جماعت ایک ہے لیکن بڑی ہے، اس کے افراد سب ثقہ، علما، فضلا، مفتیان کرام، حفاظ قرآن، نمازی ہیں تو وہ ایسی متعدد جماعتوں کی منزل میں ہے جن کے افراد اس درجے کے قابل اعتماد وثقہ نہیں ہیں، تو حصول یقین کے معاملے میں علما فضلا اور ثقہ لوگوں کی ایک جماعت کی خبر دیگر متعدد جماعتوں کی خبر پر بھاری ہے۔

لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ استفاضہ میں نہ افراد مخبرین کی تحدید مقصود، نہ خبر دینے والوں کی مقام خبر میں حاضری لازم، مقصود بس کثیر مخبرین کی خبر کی ایسی شہرت ہے جس سے خبر کے تحقق وثبوت کا یقین ہو جائے۔

چناں چہ علامہ طحطاوی نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وقال الكمال الحق ما روى عن محمد وأبي يوسف أن العبرة لتواتر الخبر ومجيئه من كل جانب اهـ وفي التجنيس عن محمد أن أمر القلة والكثرة "مفوض إلى رأي الإمام" وهو الصحيح وفي البرهان "هو الأصح" لأن ذلك يختلف باختلاف الأوقات والأماكن وتتفاوت الناس صدقا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ا ص ۶۵۵، کتاب الصوم، فصل فیما یثبت بہ الہلال وفی صوم یوم الشک، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: علامہ ابن الہمام نے یہ فرمایا ہے کہ حق وہ ہے جو امام محمد وامام ابو یوسف علیہما الرحمہ سے مروی ہے کہ اعتبار اس بات کا ہے کہ خبر کا تواتر ہو اور ہر جانب سے آئے اھ اور تجنیس میں امام محمد سے مروی ہے کہ قلیل اور کثیر (کی خبر) کو امام کی رائے کے حوالے کر دیا جائے یہی قول صحیح ہے اور برہان میں اس کو اصح کہا گیا ہے، کیوں کہ اوقات وزمانوں کے تفاوت اور لوگوں کے صدق میں تفاوت ہونے کے لحاظ سے جماعت چھوٹی یا بڑی کہلاتی ہے۔

البنایہ شرح الہدایۃ میں ہے:

وعن أبي يوسف جماعة لا يتصور اجتماعهم على الكذب.وفي " الخلاصة " مقدار القلة والكثرة مفوض إلى رأي الإمام.

(البنایہ ج ۴ ص ۳۰، کتاب الصوم، صوم رمضان، فصل فی رویۃ الہلال، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: ایسی جماعت کی خبر ہو جس کا کذب پہ اتفاق متصور نہ ہو، نیز خلاصہ میں ہے کہ قلت وکثرت کی مقدار امام المسلمین (یا قاضی) کی رائے کے حوالے کیا جائے۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مُفَوَّضٌ إلَى رَأْيِ الْإِمَامِ وَسَوَاءٌ فِي ذَلِكَ هِلَالُ رَمَضَانَ أَوْ شَوَّالَ أَوْ ذِي الْحِجَّةِ.

(الجوہرۃ ج ا ص ۱۳۸ کتاب الصوم)

یعنی: صحیح یہ ہے اس کو امام المسلمین (یا قاضی یا اعلم علمائے بلد) کی رائے کے سپرد کیا جائے، چاہے رمضان کا چاند ہو یا شوال کا یا ذی الحجہ کا۔

کیا استفاضہ میں مخبرین کا مقام خبر میں حاضر ہونا قیدِ لازم منصوص ہے؟

کچھ لوگوں کو یہ شبہہ بھی ہو سکتا ہے کہ استفاضہ میں مخبرین کا مقام خبر میں آ کر خبر دینا قید لازم منصوص ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، تو

عرض ہے کہ منصوص سے کیا مراد ہے؟ منصوص بہ نص قرآن وحدیث، یا بہ نص فقہا؟ اگر نص قرآن یا حدیث مراد ہے تو وہ کون سی آیت، کون سی حدیث ہے؟ اگر نص فقہا مراد ہے تو یہ بتایا جائے کہ کیا نصوصِ فقہا میں کبھی کسی حال میں کسی جہت سے تغییر وتبدیل ناجائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور اگر جائز ہے تو تغیر زمان کو بنیاد بنا کر جن علماے محققین وفقہا نے اس قید کو دورِ حاضر میں لازم نہیں مانا ہے، وہ امر ناجائز کے مرتکب اور تجدد پسند کیسے ہوئے؟ کیا جدید دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کی نئی صورتوں کی تحقیق وتنقیح تجدد پسندی ہے؟ اگر ایسا ہے پھر تو متشددین کے نزدیک تغیر زمان کی بنا پر احکام شرعیہ میں تبدیلی کے قائل فقہاے اسلام سب کے سب تجدد پسند کہلائیں گے اور متشددین کے تشدد کی تلوار کے نیچے آجائیں گے۔ الامان الحفیظ۔ علاوہ ازیں متشددین سے یہ سوال ہے کہ اگر کسی منصوص فقہی مسئلے میں تغیر زمان کی بنا پر کسی قسم کی تبدیلی ناجائز ہے تو یہ بتایا جائے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے اعلان حاکم وقاضی کو شہر وحوالی شہر میں ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں شمار کیا ہے اور طریق اعلان میں توپوں کا ذکر کیا ہے، تو کیا اعلانِ قاضی صرف وہی معتبر ہے جو توپوں کے ذریعہ ہو، کیوں کہ منقول نص فقہی تو یہی ہے، پھر موبائل سے استفاضہ نہ ماننے والے مفتیان وقاضیان سوشل میڈیا میں اپنے شہر کے لئے لیٹر پیڈ سے اعلان جاری کرکے فقہا کی نص کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہیں؟ کیا بغیر تحقیق وحصول تیقن کے کہ یہ اسی شہر کے قاضی کا اعلان ہے سوشل میڈیا میں جاری کردہ لیٹر پیڈ معتبر مانا جائے گا، جب کہ یہاں بھی ''خط مشابہ خط ہے'' والا اصول منطبق ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے توپ کے اعلان کی صداقت کے لئے یہ شرائط ملحوظ ہیں کہ پہلے یہ متحقق ہو کہ یہ حاکم شہر کا اعلان ہے، وہ توپ ایسی ہو جو حاکم شہر کے قبضے واختیار میں ہو، اس کی آواز معلوم ومعروف دوسری آواز سے متمیز ہو۔ یہ شرائط کیوں ہیں؟ اسی لئے نا کہ یہ یقین ہو جائے کہ توپ کی آواز شہر کے حاکم ہی کے فیصلے کا اعلان ہے۔ اسی طرح جس لیٹر پیڈ یا ویڈیو کے ذریعہ شہر کے قاضی کا اعلان شائع ہو اس میں بھی وہی شرائط ملحوظ ہوں گی جو توپ کی آواز میں ملحوظ ہیں۔ اگر اعلان قاضی کے طریقوں میں تغیر زمان کے سبب تغیر ہوسکتا ہے تو خبر مستفیض کے حصول کے طریقوں میں جدید دور کے لحاظ سے تغیر کیوں نہیں ہوسکتا؟

کیا اعلیٰ حضرت کے فتوے میں لکھا ہے کہ موبائل کے ذریعہ استفاضہ ثابت نہیں ہوگا؟

ہوسکتا ہے بعض حضرات فتاوی رضویہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہ دیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ موبائل کے ذریعہ استفاضہ ثابت نہیں ہوگا، تو اس مغالطے کے جواب میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے زمانے میں موبائل کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، موبائل فون کی ایجاد تقریبا ۱۹۷۳ء میں ہوئی ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی ہے،

یعنی اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے تقریبا ۵۰ سال کے بعد موبائل فون عالم وجود میں آیا ہے تو ایسا کیوں کر دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے موبائل کے ذریعہ استفاضہ خبر کے ثبوت کا انکار کیا ہے؟

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کے زمانے میں درج ذیل ذرائع ابلاغ موجود تھے:

۱۔خط وکتابت (یہ سب سے زیادہ عام تھا، اور یہ سرکاری ڈاک خانوں اور اس کے عملہ کے واسطوں سے ہوتا تھا) ۲۔تار (ٹیلی گراف، اس کا سسٹم بھی تار آپریٹرز کے واسطے سے چلتا تھا) ۳۔ابتدائی لینڈ لائن ٹیلیفون (بہت محدود علاقوں میں تھا)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے ان تینوں کو ثبوت ہلال میں نامعتبر قرار دیا ہے، اس کی وجہ جاننے کے لئے ان تینوں ذرائع ابلاغ کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آج سے سو سال پہلے ٹیلی گراف سسٹم (تار) اس طرح کام کرتا تھا کہ اگر کسی شخص کو دوسرے شخص کے پاس دور کسی شہر میں کوئی خبر بھیجنا ہوتی تو وہ ٹیلی گراف آفس (تار گھر) جاتا، وہاں پر آپریٹر کو مطلوب شخص کا نام پتہ اور اپنا میسج لکھواتا پھر آپریٹر ایک آلہ (key) دباتا تھا جس سے مشین کے مخصوص وائر میں کرنٹ دوڑتا اور دوسری طرف تار گھر کے آپریٹر کی مشین میں کچھ سگنلز جاتے تھے جنھیں "مورس کوڈ" کہا جاتا تھا، وہ آپریٹر ان سگنلز کو پڑھ کر انھیں الفاظ میں تبدیل کرتا جس سے خط کے مقابلے میں بہت تیزی کے ساتھ پیغام پہنچا دیا جاتا تھا، اس زمانے کا یہ سب سے تیز رفتار خبر رسانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اس سسٹم کا پورا علم تھا، ظاہر ہے اس سسٹم میں مخبر اور مخبر الیہ کے درمیان اتصال نہیں ہوتا تھا بلکہ درمیان میں دو ایسے آپریٹرس کا واسطہ ہوتا تھا جس پر خبر کی واقعیت کا سارا مدار ہوتا تھا، برقی مشین کے ذریعہ ایک تار آپریٹر دوسرے آپریٹر کو جیسا سگنل بھیجتا تھا، ویسا ہی دوسری طرف کے آپریٹر کو ملتا تھا، پھر وہ ان سگنلز کو الفاظ میں تبدیل کر کے اس کا پرنٹ مخبر الیہ کے حوالے کر دیتا تھا، شرعی امور میں یہ خبر اس لئے نامعتبر مانا گیا ہے کہ یہاں نہ خبر دینے والے کی بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی آواز سنی جاتی تھی نہ، اس کی تحریر ہوتی تھی، اگر ایسا ہوتا بھی تو بھی نہ یہ شہادت ہوتی نہ شہادۃ علی الشہادۃ نہ کتاب القاضی بہ شرائط معتبرہ، اس سے استفاضہ کا تحقق بھی ممکن نہ تھا، اس کی متعدد وجہیں ہیں ان میں یہ بھی کہ یہاں خبر رسانی کا ذریعہ (تار آپریٹر) اکثر کفار، فساق، یا مجہول ہوا کرتے تھے۔

چناں چہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"تار کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتوی مفصلہ طبع ہو چکا ہے، اُس کی حالت ٹیلی فون درکنار، خط سے بہت گری ہُوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابُوں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا ضروری ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ۳۶۷، مسئلہ نمبر ۱۷۲، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

ایک اور مقام پہ لکھتے ہیں:

"خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت تو درکنار اسلام کا بھی علم نہیں، بلکہ اکثر ہنود وغیرہ ہوتے ہیں، دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کر دے گا، نہ یہاں حد تواتر پہنچنا معقول کہ دس نہیں دس ہزار جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ۳۶۸ تا ۳۶۹، مسئلہ نمبر ۱۷۲، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے قول سے ظاہر ہے کہ تار سے استفاضہ کا ثبوت اس لئے نہیں ہوگا کہ اس میں خبر جس واسطے سے مل رہی ہے وہ یا تو مجہول ہے یا فاسق و کافر، تو یہاں وہ اتصال و کثرت مخبرین مفقود ہے جو مخبر اور مخبر الیہ کے درمیان شرعاً مطلوب ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دور کا ٹیلیفون سسٹم: ۱۸۵۶ سے ۱۹۲۱ تک کا زمانہ جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی حیات کا زمانہ تھا، اس میں ٹیلیفون کا نظام آج کی طرح خود کار نہیں تھا۔ چھوٹے شہروں، قصبوں میں شاذ و نادر ٹیلیفون ایکسچینج ہوتا تھا، جن شہروں میں ٹیلیفون کی سہولت ہوتی تھی ان میں بھی عام طور پر آپریٹر کے توسط سے کال ملائی جا سکتی تھی، ۱۸۹۰ سے ۱۹۱۰ تک کا دورانیہ آٹو میٹک ایکسچینج کا ابتدائی مرحلہ تھا۔ لیکن ۱۹۲۰ء تک زیادہ تر مینول سسٹم رائج تھا، اس وقت تک سیٹلائٹ کے بجائے برقی تاروں کے ذریعہ خبر رسانی ہوتی تھی، لمبی دوری کی کال بہت مشکل اور مہنگی ہوتی تھی۔ جب ٹیلیفون کے ذریعہ خبر رسانی کا عمل بھی واسطہ (آپریٹر) کے ذریعہ انجام

پاتا تھا اور وہ واسطہ نامعلوم و مجہول ہوتا تھا، بلکہ اکثر فساق و فجار ہوتے تھے تو ظاہر ہے اس وقت ٹیلیفون کی خبر سے استفاضہ کا تحقق نہیں ہوسکتا تھا، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کو بھی نامعتبر قرار دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

''ٹیلی فون دینے والا اگر سُننے والے کے پیشِ نظر نہ ہو تو امورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے، لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رؤیت ہُوئی اگر چہ متصل آ کر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہُوئی، اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۰، ص ۳۶۹ تا ۳۷۰، مسئلہ نمبر ۱۷٤، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

مزید تحریر فرمایا:

''ڈاک کے منشی، تار کے بابو، چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً مجاہیل یا فساق فجار ہوتے ہیں، اور بفرضِ باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ کہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہر گز اتنی جماعاتِ متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقینِ شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگر چہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں، بہر حال یہ خط یا تار ہم کو تو معدود ہی شخصوں کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہُوا، کیا اگر زید آ کر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض کہلا گی۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۰، ص ٤۲۷، مسئلہ نمبر ۲۰۳، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ بعد مکانی کے باوجود بعض صورتوں میں اتصال معتبر ہے، ایسا معتبر کہ اس سے شہادت بھی معتبر ہوسکتی ہے جیسا کہ سابق عبارت سے ظاہر ہے، اور بعض صورتوں میں معتبر نہیں، مثلاً تنہا ایک فرد رویت کی خبر دے تو اگر چہ ٹیلی فونی اتصال بھی ہو تو بھی معتبر نہیں کیوں کہ نہ یہ شہادت رویت ہے نہ خبر استفاضہ، بلکہ محض حکایت ہے، اسی سے اشارہ ملا کہ اگر ٹیلی فونی اتصال کی مذکورہ صورت میں مخبرین کی اتنی کثیر تعداد ہو کہ ان کا جھوٹ پہ اتفاق عادتاً محال ہو تو یہ ''محض حکایت'' نہیں رہے گی بلکہ خبر استفاضہ ہو جائے گی۔ ماحصل یہ ہے کہ مخبرین اگر دور بھی ہوں تو فونک اتصال و رابطے کے ساتھ خبر استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے۔

ایک مقام پہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

''تار محض بے اعتبار، یوں ہی ٹیلیفون، اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو''۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۰، ص ۳۷۱، مسئلہ نمبر ۱۷۵، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

''اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو'' تو خبر بے اعتبار، اس ارشاد کا مفہوم یہ نکلا کہ اگر خبر دینے والے پیش نظر ہوں (اگر چہ مقام خبر سے اتنی دوری پہ ہوں کہ ٹیلی فون کے بغیر ان تک آواز نہ پہنچ سکے) تو اس کی خبر معتبر، اس سے ثابت ہوا کہ اگر کثیر معتمد، معلوم مخبرین ویڈیو کال کے ذریعہ چاند کی رویت کی خبر دیں تو وہ بے اعتبار نہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ خبر کے اعتبار کے لئے مخبرین کا مقام خبر میں موجود ہونا

شرط نہیں۔مزید وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی یہ عبارت دیکھئے:

”ہاں اگر وہ (چاند دیکھنے والا) اس کے (قاضی کے) پیش نظر ہے، جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی (دیکھنے والے کی) دونوں آنکھیں اُس کی (قاضی کی) دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لئے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے“

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۰، ص ۳۷۰، مسئلہ نمبر ۱۷۴، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

کیا پردے کے پیچھے سے سنی جانے والی ہر آواز شرعاً نا معتبر ہوتی ہے؟

پردے کے پیچھے سے سنی جانے والی ہر آواز شرعاً نا معتبر نہیں ہوتی ہے، فقہائے کرام نے بعض صورتوں میں پس پردہ کی آواز کو بھی معتبر مانا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی حجرے کے اندر ہو، اور اس کے سوا اس کے اندر کوئی شخص نہ ہو اور یہ بات گواہی دینے والے کو یقین سے معلوم ہو کہ حجرے کے اندر صرف وہی شخص ہے، بایں سبب کہ اس کے دروازے پہ وہ شخص بیٹھ گیا ہو اور ایک دروازے کے سوا کوئی اور راستہ اس حجرے میں داخل ہونے کا نہ ہو، اور شخص مذکور گھر کے اندر سے اقرار کرے اور گواہ اسے سن کر اس کے اقرار پر گواہی دے تو یہ گواہی معتبر ہے، حالاں کہ یہ بات مسلم ہے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے باوجود اس کے حجرے کے اندر سے آواز دینے والے شخص کی آواز پر شاہد کا شہادت دینا اس لئے معتبر ہو گیا کہ آواز دینے والے کے بارے میں شاہد کو یقین ہے کہ حجرے کے اندر سے آواز دینے والا وہی شخص ہے جسے وہ جانتا پہچانتا ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ پردے کے پیچھے سے ہر سنی جانے والی آواز نا معتبر نہیں ہوتی:

چناں چہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وَلَوْ سَمِعَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ لَا يَسَعُهُ أَنْ يَشْهَدَ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ غَيْرُهُ إِذْ النَّغْمَةُ تُشْبِهُ النَّغْمَةَ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي الدَّاخِلِ وَحْدَهُ وَعَلِمَ الشَّاهِدُ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ غَيْرُهُ ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْمسلك وَلَيْسَ لَهُ مسلك غَيْرُهُ فَسَمِعَ إِقْرَارَ الدَّاخِلِ وَلَا يَرَاهُ؛ لِأَنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْعِلْمُ۔

(فتاویٰ عالمگیری، ج۳، ص ۴۵۲، کتاب الشہادات.... اَلْبَابُ الثَّانِي فِي بَيَانِ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ وَحَدِّ أَدَائِهَا وَالِامْتِنَاعِ عَنْ ذَلِكَ، الناشر دار الفکر بیروت لبنان)

ترجمہ: ”اور اگر کسی شخص نے پردے کے پیچھے سے (آواز) سنی تو اس کے لیے گواہی دینا جائز (درست) نہیں ہے، اس احتمال (امکان) کی وجہ سے کہ ہو سکتا ہے وہ (آواز دینے والا) کوئی دوسرا شخص ہو، کیونکہ ایک آواز دوسری آواز کی مشابہ ہوتی ہے۔مگر یہ کہ وہ (اقرار کرنے والا شخص) اندر اکیلا ہو اور گواہ کو یہ علم ہو کہ وہاں اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے، پھر وہ (گواہ) اس (کمرے) کے راستے (دروازے) پر بیٹھ جائے جبکہ اس (کمرے) کا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو، پھر وہ اندر موجود شخص کا اقرار سنے اگر چہ اسے دیکھ نہ رہا ہو (تو گواہی دے سکتا ہے)؛ کیونکہ اس صورت میں (یقینی) علم حاصل ہو جاتا ہے۔“

پتہ چلا کہ جس طرح پس دیوار حجرے کے اندر سے آنے والی ہر آواز کو النغمۃ تشبہ النغمۃ کہہ کر مسترد کرنا درست نہیں اسی طرح ”آواز مشابہ آواز ہوتی ہے“ کہہ کر موبائل سے حاصل کردہ ہر خبر کو نا معتبر قرار دینا درست نہیں۔موبائل کی خبر پر بھی جب ”استفاض و تحقق“ (مشہور ہو گئی اور محقق ہو گئی) کا اطلاق صحیح ہو جائے گا تو وہ ثبوت ہلال میں معتبر ہوگی۔

کیا خبر استفاضہ بمنزلہ شہادت ہے؟

بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ استفاضہ بمنزلہ شہادت ہے، اس سے مراد اگر یہ ہے کہ شہادت کی طرح اثبات ہلال میں استفاضہ بھی حجت شرعیہ ہے بلکہ اس سے قوی ہے تو یہ بات مسلم ہے، لیکن اگر اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح شہادت میں شاہد کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا شرط ہے اسی طرح خبر مستفیض میں مخبرین کا دوسرے شہر میں حاضر ہو کر خبر دینا شرط ہے تو یہ بات محتاج دلیل ہے، کیوں کہ خبر مستفیض کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی خبر ہو جو کثیر مخبرین کے ذریعہ مشہور ہو کر محقق و ثابت ہو جائے، اور بعض فقہا کا مخبرین کا دوسرے شہر میں جا کر خبر دینے کی قید لگانا استفاضہ کی حقیقت میں داخل نہیں، بلکہ یہ قید عارضی و اتفاقی ہے جو زمانہ قدیم میں تحقق و ثبوت خبر کے لئے قید لازم تھی، اور اب تحقق و ثبوت خبر کے لئے اس قید کی ضرورت نہیں، خبر کی تعریف یہ ہے کہ جو سچ اور جھوٹ ہو سکے اور خبر مشہور مستفیض کی تعریف یہ ہے کہ اتنے زیادہ خبر دینے والوں کی خبر جن کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو، خبر کی تعریف میں یعنی اس حقیقت میں مخبرین کا مقام خبر رسانی میں آ کر خبر دینے کا معنی داخل نہیں۔ اگر خبر کی کوئی ایسی تعریف کی گئی ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے۔ اگر یہ قید خبر مستفیض کی حقیقت میں داخل ہوتی تو تمام فقہا اسی کو مرکز بحث بناتے مگر فقہا نے ''شہرت و تحقق'' کو مرکزی نقطہ قرار دیا ہے اور اسے یوں بیان کیا ہے''اذا استفاض و تحقق'' جب خبر مشہور و محقق ہو جائے پھر اس کی ضد کی نفی کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: لا مجرد الشیوع، محض خبر مشہور ہو جائے، استفاضہ کے لئے یہ کافی نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ جس طرح شہادت رویت میں شاہد کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا شرط ہے اسی طرح خبر استفاضہ میں جماعتِ مخبرین کا دوسرے شہر کے قاضی کی مجلس میں آ کر خبر دینا شرط ہے۔ یہ بات درست نہیں، کیوں کہ استفاضہ ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ایک مستقل طریق موجب ہے، یہ نہ رویت ہے، نہ شہادت رویت، نہ شہادۃ علی الشہادۃ، نہ کتاب القاضی۔ ہر ایک مستقل طریق موجب ہے لہٰذا ایک کا قیاس دوسرے پہ صحیح نہیں۔ فقہائے کرام نے شہادت اور استفاضہ کو الگ الگ طریق موجب شمار کیا ہے،

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: (قَوْلُهُ: بِطَرِيقٍ مُوجِبٍ) كَأَنْ يَتَحَمَّلَ اثْنَانِ الشَّهَادَةَ أَوْ يَشْهَدَا عَلَى حُكْمِ الْقَاضِي أَوْ يَسْتَفِيضَ الْخَبَرُ

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲، ص ۳۹٤، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، الناشر دارالفکر بیروت لبنان)

''(مصنف کا قول: 'ایسے طریقے سے جو (حکم کو) لازم کر دے') مثلاً یہ کہ دو افراد (چاند دیکھنے کی) گواہی کا بوجھ اٹھائیں (یعنی گواہی دیں)، یا وہ دونوں قاضی کے فیصلے پر گواہی دیں، یا خبر حدِ استفاضہ (مشہور و مستفیض) تک پہنچ جائے۔''

یہاں شہادت رویت، شہادت علی حکم القاضی، استفاضہ، تینوں کو حرف ''او'' کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یعنی طریق موجب مثلاً شہادت ہو یا شہادت علی حکم القاضی ہو، یا استفاضہ ہو، ان میں سے کوئی ایک ہو تو دوسرے شہر والوں کے لئے چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔

پھر فقہا نے استفاضہ کو خبر متواتر کی منزل میں مانا ہے تو وہ بمنزلہ شہادت کیوں کر ہوگی؟ خبر متواتر تو شہادت سے اقویٰ ہے اور استفاضہ جب بمنزلہ خبر متواتر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی شہادت سے اقویٰ ہے پھر اسے بمنزلہ شہادت قرار دینا چہ معنی دارد؟ ہاں اثبات ہلال میں حجت شرعیہ ہونے میں بمنزلہ شہادت بلکہ اس سے قوی تر کہ سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ خود لکھتے ہیں:

''یہ خبر (خبر استفاضہ) اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے، نہ کسی شہادت پہ شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت، نہ

کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت صوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا۔۔۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ۴۱۵، مسئلہ نمبر ۲۰۳، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

اثبات احکام میں جہاں تواتر کو قائم مقام شہادت لکھا گیا ہے وہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اثبات احکام میں وہ شہادت سے قوی تر ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر شہادت خلاف تواتر آئے تو شہادت رد کر دی جائے گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے ان کی (رویت والے شہر کے لوگوں کی) رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت ہے بلکہ اس سے اقویٰ ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کر دی جائے گی اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۰، ص ۴۱۷، مسئلہ نمبر ۲۰۳، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بند گجرات)

الحاصل: قدیم زمانوں میں استفاضۂ شرعی اور افواہ میں امتیاز کے لئے یہی ایک صورت تھی کہ مخبرین دوسرے شہر میں پہنچ کر چاند دیکھنا بیان کریں، اور آج موبائل فون، وِڈیو کال کے ذریعہ حاصل شدہ خبر استفاضہ یعنی مشہور سچی خبر اور افواہ میں امتیاز کرنے کے لئے مخبرین کا مقام خبر میں آنا ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی تحقیق اور چھان بین کر کے خبر کی صداقت کا یقین حاصل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا موبائل کے ذریعہ جو علمائے محققین ومفتیان کرام استفاضہ کا ثبوت مانتے ہیں وہ درستگی پہ ہیں، ایسے ذمہ دار علما ومفتیان کرام جو شرعی مسائل میں مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر وہ موبائل کے ذریعہ استفاضۂ خبر کی بنیاد پر ہلال صوم وعید کا اعلان کرتے ہیں تو ان کا اعلان ان کے دائرۂ قضا میں معتبر ہے، اس پر جو مسلمان اعتماد کر کے روزہ رکھتے ہیں اور عید کرتے ہیں ان کا عمل درست ہے۔ ھذا ما ظھر لی الآن من اقوال الائمۃ الفقھاء والعلماء والعلم عند اللہ وللتفصیل مقام آخر۔

کتبہ: رضاء الحق اشرفی مصباحی

سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی جامع اشرف کچھوچھا شریف یوپی صدر المدرسین مدرسہ نظامیہ حسینیہ گلشن کلیمی پھول واریا راج محل وقاضی مرکزی دار الافتاء والقضاء راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ ۲۸/ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ/ ۱۸/ فروری ۲۰۲۶ء

جواب درست ہے

محمد فیروز احمد چشتی مصباحی راج محلی۔

مرکز اہل سنت باشیبان درگاہ مسجد بلگام کرناٹکا۔ واستاد: دار العلوم حضرت ابو بکر باشیبان اجول نگر بیلگام، ومفتی تنظیم علمائے اہل سنت راج محل۔

تخریج: شبیر احمد راج محلی

جنرل سکریٹری: تنظیم علمائے اہل سنت راج محل" رجسٹرڈ" واستاذ دار العلوم گلشن کلیمی راج محل